تصوّف: مختلف مذاہب میں

سیدہ طیبہ رباب

Syeda Tayyaba Rubab

Department of Urdu

Govt. College University For Women, Faisalabad.

Abstract

Mysticism, the path, on which the persons walk and purify their souls. Islam is a religion of nature. Every religion has a concept of mysticism. In this article, the effort is done to analyse the mystical concept in every religion and it's comparison with Islam. Mysticism is a religion of humanity.

تصوف کا مطلب ہے علم معرفت اور تزکیۂ نفس کے ذریعے دل کو خواہشوں سے پاک کر کے ماسویٰ اللہ کا عملی انکار کرنا، یہ ایسا باطنی سفر ہے جو انسان کو گناہوں اور خواہشاتِ نفسانی سے دور کر کے قربِ الٰہی کی منزل پر فائز کرتا ہے۔نفسِ انسانی خیر وشر دونوں قوتوں کا حامل ہے۔ اللہ نے اس پیکر خاکی کو اپنی صفات سے نوازا ہے لیکن ساتھ ہی ابلیس کے کھلے چیلنج کا سامنا ہے۔شاید ان دونوں قوتوں کا برسرِ پیکار رہنا ہی کائنات کا مقدر ہے۔ خیر وشر کے اس تصادم میں ایک طرف مادیت کا حجاب اور خواہشاتِ نفسانی کا سیلاب بلاخیز ہے۔تو دوسری طرف روح کے تقاضے اور خیر کی طاقت۔ حُبِ جا، نام ونمود، لالچ، ہوس، غرور، تکبر، جھوٹ، خودغرضی، شہوت پرستی جیسے اخلاقِ رذیلہ شر کی نمائندگی کرتے ہیں۔ اسی طرح ایثار وخلوص، توکل، قناعت، جودوسخا، صبر وشکر، تسلیم ورضا، عجز وانکساری اور ضبطِ نفس اخلاقِ حسنہ ہیں۔ جس قدر اخلاق سیہ ختم ہوتے جائیں اسی رفتار سے اخلاقِ فاضلہ پروان چڑھتے چلے جاتے ہیں۔ جتنی عمدہ صفات باطن میں جاگزیں ہوں اسی قدر رُوح پاکیزگی کا سفر طے کرتی چلی جاتی ہے۔ یہ شر سے خیر کی طرف ظلمت سے نور کا سفر ہے۔ اس سفر میں قرآن وسنت سے راہنمائی درکار ہے۔ اس مادی دور میں روحانی تقاضوں کو فراموش کر دیا گیا ہے۔ اس لیے باطن کا سفر ضروری ہے ورنہ تباہی انسان کا مقدر ہوگی۔ آج ظاہری علوم نے بڑی ترقی کی ہے۔ لیکن حقیقت میں ان کی حیثیت سرابِ ہستی سے زائد کچھ نہیں۔ محض علوم ظاہر روحانی تشنگی دور نہیں کر سکتے۔ روح کی تکمیل اور کمالِ انسانیت کے حصول میں نظریاتی دینی علوم، تاریخ، فلسفہ اور سائنس کافی نہیں۔ یہ منطقی دلائل سے ذہن کو قائل تو کر سکتے ہیں لیکن روح کی تسکین کا ساماں نہیں کر سکتے۔ قرآنِ پاک کی رو سے تمام تر انعامات کا مستحق وہی انسان

ہے جس کا باطن پاکیزہ ہے۔ جہاد بالنفس، جہادِ اکبر ہے نفس پر غالب آنا دنیا کا سب سے مشکل کام ہے۔ اس راستے کے مسافر کو تصوف کی اصطلاح میں سالک کہتے ہیں۔ سالک دنیا سے بے نیاز ہوتا ہے۔ دنیا سے مراد خواہشِ نفس ہے۔ خواہش کو ختم کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ ایک خواہش کی نفی اس سے طاقتور خواہش کو جنم دیتی ہے۔ عارفانِ حق کا کہنا ہے کہ اس سفر کی انتہا یہ ہے کہ انسان اپنی عاجزی کو محسوس کرے کہ وہ یہ کام نہیں کر سکتا اور کوشش ترک کر دے۔ یہ احساسِ عجز ہی خواہشات کو ختم کر کے انسان کو آزادی کے بحرِ بے کراں سے ہم کنار کرتا ہے ورنہ آرزو کا بے سمت صحرا سفر کھوٹا کر دیتا ہے۔ اس راستے میں اللہ کی خاص عنایت درکار رہے۔ وہی نفس کی قید سے آزاد کروا سکتا ہے۔ وہی کوشش کی توفیق عنایت کرتا ہے اور جہد کو سمت عطا کرتا ہے۔ اہلِ باطن با بصیرت لوگ ہوتے ہیں۔ گزرے ہوئے، موجودہ اور آنے والے حالات کا ادراک رکھتے ہیں۔ مجاہدہ اور ریاضت سے معرفتِ نفس کے ذریعے قربِ الٰہی کی منزل پر فائز ہوتے ہیں۔ ان کے دل تجلیاتِ حق کا مرکز ہیں جہاں انوارِ الٰہیہ اور علومِ باطنیہ کا نزول ہوتا ہے۔ یہ تسخیر ذات اور تسخیر کائنات کی قوت رکھتے ہیں۔

یونانی مفکرین اپنے نظریات کی بدولت مشہور ہیں انھی نظریات میں فلسفۂ تصوّف بھی ہے بعض لوگوں نے اِسلامی تصوف کو یونانی اثرات کا حامل بھی ٹھہرایا ہے۔ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی لکھتے ہیں:

> ''ارسطو کے فلسفیانہ افکار مسلمانوں کو براہِ راست خود ارسطو کی تصانیف کی بجائے ان حکما کے وسیلے سے ملے ہیں جنھیں نوفلاطونی کہتے ہیں......... نوفلاطونی افکار کا خلاصہ یہ ہے کہ ذاتِ اعلیٰ واحد ہے، وہ ہر جگہ تجلی دکھاتا ہے اور ہر چیز اس کی تجلی کا پرتو ہے۔ اشیا میں کثرت اور تفرقہ کا سبب پرتو کی تدریجی منازل سے پیدا ہوتا ہے اور تنویر کے لیے اپنے سے اعلیٰ پرتو کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اس ذات کا مرکز ہر جگہ ہے لیکن احاطہ کہیں نہیں۔'' (۱)

عباسی دور میں وسیع پیمانے پر فلسفۂ یونان کے تراجم ہوئے۔ ہوسکتا ہے کہ فلسفہ یونان کے اثرات مسلمانوں نے قبول کیے ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ فلسفہ یونان میں کچھ حکمت کی باتیں بھی ہوں جو مسلمانوں نے لے لیں۔

مولانا روم کے ہاں بھی یہ فکر کارفرما ہے۔ خلیفہ عبدالحکیم ''حکمتِ رومی'' میں رقم طراز ہیں:

> ''احسنِ تقویم والی رُوح جدائی میں اسفل السافلین تک گری، مدارجِ حیات میں جماد اسفل السافلین ہے گویا جمادی حالت میں آ گئی پھر اس حالت سے نکلتے ہوئے اسے بڑا عرصہ لگا۔

صد ہزاراں سال بودم در مطار
ہمچو ذرّاتِ ہوا بے اختیار

اس جہادی حالت میں میری رُوح کی کیفیت ذرّاتِ ہوا کی طرح تھی جو بے اختیار اِدھر اُدھر اُڑتے پھرتے ہیں۔ اس کے بعد میں اعلیٰ تنظیم میں آیا، جو نباتی حالت ہے، جس میں ذرّات ایک مقصدِ نشوونما کے تحت منظّم ہو جاتے ہیں۔ اس سے ترقی کی تو حیوانیت میں آیا، جس میں نشوونما کے علاوہ حرکتِ ارادی بھی ہے اور نقل مکانی کی صلاحیت بھی، حیوانیت کے درجے کو عبور کر کے انسانیت کی طرف بڑھا۔ اگر ادنیٰ درجے کی موت واردانہ ہوتی، تو اُوپر والے درجے میں عروج ناممکن تھا۔'' (٢)

مسیحیت میں بھی تصوّف ایک منظّم شکل اختیار کر چکا ہے جو رہبانیت کی صورت میں موجود ہے۔ رہبانیت جہاں غیرمتوازن زندگی پر زور دیتی ہے اور یہ اِس کا منفی پہلو ہے وہاں اس میں اخلاقی اقدار بھی نظر آتی ہیں۔

ڈاکٹر ابواللیث صدیقی مسلمان صوفیا کو یونانی مفکرین اور عیسائی راہبوں کے اثرات سے مبرا نہیں سمجھتے۔ راقم الحروف کی رائے میں یونانی یا عیسائی طرزِ فکر کو یکسر رد بھی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یونان میں عظیم مفکرین بھی گزرے جن کے نظریات میں پیغمبرانہ تعلیمات کا عکس نظر آتا ہے۔ بعید نہیں کہ یہ مفکرین انبیاء الٰہی کے زیرِ اثر رہے ہوں یا ان کی تعلیمات کا مطالعہ کیا ہو اور اگر اسلامی تصوف پر عیسائیت کے اثرات نظر آئیں تو ''ترکِ دُنیا'' کے غلط مفہوم کے علاوہ باقی تمام اثرات غلط نہیں بلکہ عیسائیت میں ایک اولوالعزم پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کا اثر بھی ہے جو اِسلام سے ہم آہنگ ہے کہ تمام انبیاءِ عظام ایک ہی مقصد کے لیے مبعوث ہوئے۔ رہبانیت میں جو منفی تعلیمات ہیں یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں تحریف سے پیدا ہوئیں لیکن مختلف مذاہب میں اگر کچھ اقدار مشترک ہوں تو ہمیشہ اس کا مطلب ''غیراسلامی اثرات'' نہیں۔ اسلام بھی ترکِ دُنیا کی تعلیم دیتا ہے لیکن رہبانیت نے اس کا مفہوم مسخ کر دیا ہے اور طبعی دُنیا کے ترک کو ترکِ دنیا سمجھ لیا ہے۔ اسلام میں یہ خواہشات سے بے نیازی کا نام ہے۔ اگر اِسلامی تصوف میں ایسی اخلاقیات نظر آئیں جو دیگر مذاہب میں بھی ہوں تو اسے غیر اسلامی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ اسلام دینِ فطرت ہے اور کسی غیر مسلم کا عرفانِ نفس کے ذریعے عرفانِ الٰہی کی منزل تک پہنچ جانا تعجب خیز یا بعید از فہم نہیں بلکہ قابلِ ستایش اور عین اسلام ہے کہ اس نے اپنے وجدان کی رہنمائی میں حقیقتِ ابدی کو پا لیا۔

اگر ہو عشق تو ہے کفر بھی مسلمانی
نہ ہو تو مردِ مسلماں بھی کافر و زندیق (٣)

اسی طرح مستشرقین کا اِسلامی تصوف کو عیسائیت، ہندو اِزم، بدھ مت یا دوسرے مذاہب سے ماخوذ قرار دینا بھی سراسر زیادتی ہے۔ اسلامی تصوف کا ہر پہلو خود رسولِ کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس سے مترشح ہے۔

ہندو تصوف کی ابتدا ویدوں سے ہوئی جن کے آخری حصے اپنیشدوں پر مشتمل ہیں ان میں رُوحانی خوشی اور سکون حاصل کرنے کا جذبہ ہے۔ ان کے مطابق صرف خواہشات سے قطع تعلق کر کے ہی رُوحانی تقاضوں کو پورا کیا جا سکتا ہے۔ ہندومت میں یوگ کے ذریعے حقیقتِ ابدی کا اِدراک اور تصوف کے اعلیٰ نظریات ہیں۔ شری کرشن جی بھگوت گیتا میں کہتے ہیں:

> ''اس دُنیا میں گیان کی مانند پاکیزہ درحقیقت اور کچھ بھی نہیں ہے۔ وقت آنے پر اس گیان کو وہ شخص آپ ہی اپنے میں حاصل کر لیتا ہے جس کو یوگ یعنی کرم یوگ میں کامیابی ہو گئی ہو۔''(۴)

کرشن جی کی کچھ تعلیمات اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ ہیں مثلاً:

> ''جو پسندیدہ یعنی مطلوبہ چیز کو پا کر خوش نہ ہو جائے اور ناپسندیدہ کے پانے سے ناراض نہ ہو، (اس طرح) جس کی بدھی قائم ہے اور جو موہ میں نہیں پھنستا، اسی برہم کے جاننے والے کو ''برھمستھ'' سمجھو۔''(۵)

اسلامی تعلیمات بھی یہی ہیں کہ کچھ مل جائے تو اتراؤ نہیں اور نہ ملے تو رنج نہ کرو۔

> ''جس نے اپنے آپ کو جیت لیا وہی اپنا دوست ہے لیکن جو اپنے آپ کو نہیں پہچانتا وہ خود اپنے ساتھ دُشمن کا سلوک کرتا ہے۔''(٦)

اس حدیث سے ہم آہنگ ہے جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔

> ''پھر اس جگہ کو ڈھونڈ نکالنا چاہیے، جہاں پہنچ کر پھر لوٹنا نہیں پڑتا اور یہ عہد کرنا چاہیے کہ اس سلسلۂ عالم کا یہ قدیم رجحان جہاں سے شروع ہوا ہے۔ اِسی ابتدائی ہستی کی طرف میں جاتا ہوں۔''(۷)

قرآن پاک میں یہی تعلیم اعلیٰ پیمانے پر دی گئی ہے: ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا علیہِ رَاجِعُون''
(ہم اسی کی طرف سے آئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔)

اسلام دینِ فطرت ہے جب انسان فطرت کی طرف لوٹتا ہے تو گویا اسلام کی طرف لوٹتا ہے۔ پروفیسر محمد فرمان اس تاثر کی نفی کرتے ہیں کہ مسلمان صوفیا پر غیر اسلامی تصوف کے اثرات ہیں:

> ''شری کرشن جی کی اس کتاب سے جو ان کے ملفوظات کا مجموعہ ہے اور مرورِ زمانہ کے ساتھ تحریف کا شکار ہو چکی ہے۔ حقیقت و عرفان کی کئی باتیں ملتی

ہیں اگر ان سے مشابہ کلمات ہمارے صوفیا کرام کی تعلیمات میں میسر آئیں تو
اس سے یہ فیصلہ کر لینا کہ ان بزرگوں نے گیتا سے سرقہ کیا ہے۔ اپنی کم ظرفی اور
رُوحانی ریاضت کے ثمرات سے ناواقفی کا اعلان کرنا ہے۔'' (۸)

اقبال نے بابا گورونانک کی توصیف کی ہے اور انھیں مردِ کامل کہا ہے۔ اسی طرح گورونانک کے کلام میں محمد و آلِ محمدﷺ کی توصیف ہے۔ گویا جو معرفت رکھتا ہے کامل ہستیوں کا عرفان بھی پا لیتا ہے۔ اِسی طرح بدھ مت میں بھی رُوحانیت کی تعلیم دی گئی ہے۔ بدھ کی تعلیمات کے مطابق ضبطِ نفس، توجہ اور علم و حکمت نفس کی قید سے آزاد کروا سکتے ہیں۔ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی رقمطراز ہیں:

''بدھوں کے فلسفۂ حیات کا خلاصہ یہ ہے کہ رُوح دراصل لمحاتِ اِدراک کے
مجموعے کا نام ہے اور عقل میں تسلسل اِس طرح قائم رہتا ہے کہ ہر اِدراک
آنے والے اِدراک سے ایک خاص قوت کے باعث مربوط رہتا ہے۔ یہ قوت
ہر اِدراک کو تھوڑی دیر کے لیے قائم رکھتی ہے۔ یہاں تک کہ کوئی دوسرا اِدراک یا
تجربہ آکر اس سے مربوط ہو جاتا ہے اگر تلازمہ (Association) قطعاً
سلب ہو جائے تو آخری نجات حاصل ہو جاتی ہے۔'' (۹)

یعنی بدھ کے نزدیک وجود سے عدم محض ہونا ہی نجات ہے۔ حاصلِ کلام یہ کہ دُنیا کے ہر گوشے اور ہر مذہب اور ہر قوم میں رُوحانی نظریات موجود ہیں۔ ان کے بغیر انسانی زندگی تشنۂ تکمیل ہے لیکن اِس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ کسی بھی رُوحانی شخصیت کو قابلِ تقلید سمجھ لیا جائے۔ قابلِ تقلید رسولِ پاکﷺ کی ذاتِ گرامی ہے اور اسلام نے جو ضابطۂ حیات اور نظامِ اخلاق انسانیت کو دیا ہے یہ ہم پہ ذاتِ باری تعالیٰ کا احسان ہے۔ اس کی نظیر اِس وقت دُنیائے عالم میں نہیں مِل سکتی کیونکہ دیگر الہامی مذاہب اپنی اصل شکل میں موجود نہیں ہیں لیکن رُوح کی تلاش اور تزکیۂ باطن کسی بھی مذہب کا انسان کر سکتا ہے اور درحقیقت وہ دائرۂ اسلام میں ہی شامل ہوتا ہے۔ پروفیسر محمد فرمان رقم طراز ہیں:

''اسلامی تصوّف کے حقائق و رموز کی بعض جھلکیاں آج بھی نانک، کبیر، تلسی
داس کی تعلیمات میں پائی جاتی ہیں بلکہ شری رام چندر جی اور شری کرشن جی کے
حقیقی درسیات کا نچوڑ ہمیں اس حقیقت سے آگاہ کر دے گا وہ اسلامی صوفی ازم
ہی کا پیام تھا جو دیا گیا۔ ''جوگ بشسٹ'' اور ''بابا نانک کا مذہب'' اور ''ملل ھنود
کا فلسفہ'' کا مطالعہ اس حقیقت کو ظاہر کر سکتا ہے۔ آج اگر اسلام کے صوفیا نانک
و کبیر اور دیگر فطرت شناس راہنماؤں کی صحیح تعلیمات سے محبت رکھیں تو اس کے
یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ ''ویدانت'' کے اثرات چھا گئے ہیں۔ اسلام تو ایک عالمگیر
اخوت کا داعی ہے۔'' (۱۰)

حوالہ جات

۱۔ ابواللیث صدیقی، ڈاکٹر، اقبال اور مسلکِ تصوّف، لاہور: اقبال اکیڈمی پاکستان، ۱۹۷۷ء، ص: ۸۸۔۸۷

۲۔ عبدالحکیم، خلیفہ، حکمتِ رومی، لاہور: بلال جاوید پرنٹرز، ۲۰۱۲ء، ص: ۳۷

۳۔ اقبال، بالِ جبریل، لاہور: غلام علی پبلشرز، ۱۹۸۵ء، ص: ۳۵

۴۔ محمد فرمان، پروفیسر، اقبال اور تصوف، لاہور: بزمِ اقبال، ۱۹۸۴ء، ص: ۲۲

۵۔ ایضاً، ص: ۲۳

۶۔ ایضاً، ص: ۲۵

۷۔ ایضاً، ص: ۲۷

۸۔ ایضاً

۹۔ ابواللیث صدیقی، ڈاکٹر، اقبال اور مسلکِ تصوف، ص: ۱۳۷

۱۰۔ محمد فرمان، پروفیسر، اقبال اور تصوف، ص: ۲۲

☆......☆......☆